HARF-O-SUKHAN
ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol. 6 No.1 2022

ڈاکٹر خلیل طوقار اور سہ ماہی مجلہ اقبال، لاہور پاکستان

DR. KHALIL TOQAR AND QUARTERLY MUJALLAH IQBAL, LAHORE, PAKISTAN

* خلیل احمد

پی ایچ ڈی (اردو) اسکالر، لاہور گیریژن یونی ورسٹی۔ لاہور

ABSTRACT:

Dr. Khalil Toqar, President of the Urdu Department of Jamia Istanbul Turkey, has made his name as a researcher, critic, poet and prose writer around the world. Urdu is not his mother tongue but he has made it his cloak. He wrote 26 of his 51 works only in Urdu language. Apart from this, he wrote articles in domestic and foreign newspapers and journals. Here we are mentioning some of them. In the article under review, Bazm Iqbal Lahore Pakistan's Quarterly Magazine Iqbal (اقبال) has a long discussion in the context of the life circumstances, birthplace, shrine, love of God and love of the Prophet of the famous poet of the Republic of Turkey, Yunus Amra. This article has three parts. In the first part Yunus Amra, in the second 'Subak Hindi' سبک ہندی and in the third part Urdu journalism in Istanbul is mentioned. In 'Subk e Hindi' a literary style and its customs, is given many opinions about the right and the way. However, most of the scholars who adopted the 'Subk e Hindi' were Turkish and Parsians. In this article, the beginnings, problems, and results of Urdu journalism are reviewed. It mentions the objectives of the Urdu Journalisms, obstacles, and the efforts involved in this work are mentioned.

Keyword: *Dr. Khalil Toqar, Turkia, Istanbule, Yunus Amra, 'Subak Hindi, Urdu Journalisms, Bazm Iqbal Lahore,*

اردو پاکستان اور پاکستانیوں کی قومی زبان ہے اس لیے پاکستان کے رگ وپے میں سما گئی ہے۔ ملکی سطح پر اظہار کی زبان کے طور پر سب سے زیادہ بولی جاتی ہے اور زبان سے محبت کا یہی تقاضا ہے کہ ہم پاکستانی ہیں اور اردو زبان کو ساری دنیا پاکستانیوں کی زبان سے ہی جانتی ہے۔

برعکس اس کے دنیا کے کئی دیگر ممالک میں بھی اردو بولی اور پڑھی، لکھی اور سیکھی جاتی ہے کچھ ممالک میں حیرت انگیز حد تک تعلیمی اداروں میں اس کی تعلیم دی جاتی ہے جن میں سے ایک ملک ترکی ہے جس کی جامعات میں اردو بی اے، ایم اے اور پی ایچ ڈی کی سطح تک پڑھائی جاتی ہے۔ ترکی میں جامعہ استنبول، استنبول میں اردو سے محبت کرنے والوں میں ڈاکٹر خلیل طوقار کا نام سرفہرست ہے۔ یہاں ہم ڈاکٹر خلیل طوقار کا تذکرہ اردو مجلہ اقبال کے حوالے سے کریں گے۔

ڈاکٹر پروفیسر خلیل طوقار جامعہ استنبول ترکی شعبہ اردو میں بطور پروفیسر اپنے فرائض سرانجام دے رہے ہیں۔ ڈاکٹر خلیل طوقار ترکی، انگریزی، اردو، فارسی، ہندکو اور پنجابی زبان کے ماہر ہیں آپ اکاون کتابوں کے مصنف ہیں۔ 3 اپریل 1967 کو 'باقرکوئے' استنبول میں پیدا ہوئے، انہوں نے جامعہ استنبول کے شعبہ فارسی وادب سے 1985ء تا 1989ء بی اے کی تعلیم حاصل کی، 1992 تک جامعہ استنبول ترکی کے انسٹیٹیوٹ آف سوشل سائنسز سے ایم اے پاس کیا، آپ کے مقالہ کا عنوان "مرزا اسد اللہ خان غالب کی حیات وخدمات" تھا۔ پھر 1995ء میں یہیں سے پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی۔ جس کے مقالہ کا عنوان "عہد بہادر شاہ ظفر کے اردو اور فارسی شعراء کا کلام" تھا۔

ڈاکٹر خلیل طوقار 51 کتب کے مصنف ہیں۔ جن میں چھبیس (26) کتب اردو زبان سے تعلق رکھتی ہیں۔ ان کی اپنی مادری یا قومی زبان اردو نہیں لیکن یہ ان کی پاکستانی قومی زبان اردو سے مھبت میں ہیں۔ ان تصانیف میں ملکی وغیر ملکی مصنفین کی نثر اور شاعری میں موجود عالمی مماثلتی ادب اور شخصیات کے خیالات کو پیش کیا گیا ہے۔ آپ نے ترکی، پاکستان اور بھارت کے مجلہ جات میں کئی ایک مضامین لکھے ہیں۔ ذیل میں بزم اقبال لاہور پاکستان سے چھپنے والے چند مضامین کا ذکر کیا جائے گا۔

- ✓ جلد 43، شمارہ 3 جولائی 1998
- ✓ جلد 44۔ جولائی، اکتوبر 1997۔ شمارہ 3،4
- ✓ جلد 45۔ اکتوبر 1998۔ شمارہ 4

1۔ **ترکی کے صوفی شاعر یونس اُمرہ** (جلد43، شمارہ3 جولائی 1998)

ڈاکٹر خلیل طوقار نے مجلہ اقبال میں اپنے اس مضمون میں ترکی کے صوفی شاعر یونس امرہ کے حالات زندگی، ان کی تصانیف، یونس کا اُمی پن، یونس کے سفر اور جلال الدین رومی سے ملاقات، وفات اور مزار، ان کے متعلق مشہور روایات، ان کا تصورِ عشق اور عشق الٰہی، انسان دوستی اور نظریہ وحدت الوجود کا ذکر کیا ہے۔

آج سے کئی صدیوں پہلے اناطولیہ کے ترک شاعر یونس اُمرہ گزرے ہیں جو اعلیٰ درجے کی حیرت انگیز اور متصوفانہ شاعری کے مالک اور نمائندہ شاعر ہیں۔

"عاشق یونس نام دیگر یونس امرا حالحاضر سے صدیوں پہلے اس وقت ایک ادبی زبان کی حیثیت سے اپنی ترقی کے اوائلی ادوار طے کرنے والی اناطولیہ کی ترکی زبان میں محیر کن درجے کے خوبصورت تصوفی اشعار لکھنے والے شاعر اور اناطولیہ کے ترکوں کی تفکر یزندگیکے پہلے بزرگ نمائندہ ہے"۔(1)

یونس اُمرہ کے حالات زندگی ان کی جائے پیدائش مسلک اور تاریخ وفات کے بارے میں مستند معلومات میسر نہیں ہیں ان کا رسالہ 'النصیحۃ' سے پتہ چلتا ہے کہ ان کا زمانہ ساتویں صدی ہجری ہے، اسی رسالہ سے ان کے ترکی زبان میں اشعار جو اردو میں ترجمہ ہوئے بتاتے ہیں:

کلام کی تاریخ سات سو سات تھی
یونس کی جان اس راہ پہ فدا تھی

اس شعر سے یہ اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ یونس امرہ نے ساتویں صدی ہجری کے اواخر اور آٹھویں صدی ہجری کے شروع کا زمانہ پایا۔کچھ سال پہلے ترک محققعدنان 'الیس ایرزی' نے بایزید عمومی لائبریری میں ایک مجموعہ دریافت کیا جس میں یہ الفاظ لکھے ہوئے ہیں:

"وفات یونس امرہ: 720ھ مدت عمر82 سال اس آخری دریافت سے یہ نتیجہ اخذ کیا جاسکتا ہے کہ یونس امرہ 648ھ/ 1240م میں پیدا ہوئے اور82 سالہ حیات کے بعد بتاریخ 720 ھ 1320م راہ گرائے عالم جاودانی ہوئے۔علاوہ ازیں بعض دیگر دلائل بھی موجود ہیں جن میں اس تاریخ کی تائید ملے گی مثال کے طور پر یونس امرہ کی جلال الدین رومی (متوفی672ھ / 1373) سے ملاقات اور گیکلی بابا اور سیدی بالم نامی اشخاص جو تیرہویں صدی میلادی کے اواخر اور 14 ویں صدی میلادی کے اوائل میں برحیات تھے، جن پر یونس امرہ نے اپنے کلام میں نکتہ چینی کی ہے"(2)

یونس امرہ کی تاریخ پیدائش اور جائے پیدائش کے متعلق تضاد پایا جاتا ہے۔بکتاشی مسلک کے لوگوں کے مطابق "ولایت نامہ" نام کی تصانیف میں جائے پیدائش سوری حصار کے گاؤں صاری کوئے بتایا جاتا ہے یہ بھی روایت ہے چند سال پہلے یونس امرہ امیر بیگ نامی ایک شخص کا ذکر چند دستاویز میں ملتا ہے جس کے مطابق یونس صاری کوئے نامی گاؤں میں جیا اور مرنے سے پہلے اپنی تمام جائیداد گاؤں میں موجود درگاہ کے نام وقف کر گیا اور بعض دیگر ماخذات میں ان کی جائے پیدائش شہر قرہ مان اور بولوں کے نام ہیں۔

یونس امرہ کے بارے میں یہ بات مشہور ہے کہ وہ ان پڑھ تھے کتابوں میں ان کے لئے امی کا لفظ لکھا گیا ہے۔عاشق چلبی کی کتاب "مشاعرۃ الشعراء" اور حسین وصاف کے "سفینہء اولیا کا تذکرہ شعراء" میں یونس امرہ کو ان پڑھ لکھا گیا ہے معاصر محققین اتفاق رائے سے کہتے ہیں کہ یونس امرہ امی نہیں تھے اعلیٰ درجے کے تعلیم یافتہ تھے۔

عاشق چلبیکی کتاب کے مطابق یونس ان پڑھ تھا۔حالانکہ یونس امرہ نے اپنے نام کے ساتھ امی کا لفظ اپنے نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اپنی نسبت محبتانہ ظاہر کرنے کے لیے اپنے نام کے ساتھ امی کا لفظ لکھا۔اشعار میں امی کا لفظ اپنے نام کے ساتھ مستعمل کیا ہے۔یونس امرہ کے امی پن کو غلط ثابت کرنے کے لیے کئی ایک شواہد موجود ہیں۔نامور ترک عالم و محقق 'فواد کوپرولو' اس سلسلے میں کہتے ہیں:

HARF-O-SUKHAN
ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol. 6 No.1 2022

"دیوان یونس امرہ میں جگہ جگہ اس زمانے کے مروجہ علوم اور فلسفیانہ نظریات کی طرف بلیغ اشارات پائے جاتے ہیں ان کو دیکھنے کے بعد یونس کے امی بن کے بارے میں جو روایات موجود ہے ان کو ایک تاریخی حقیقت کی نظر سے دیکھنا ممکن ہے"-(3)

یونس امرہ کے امی پن کے بارے میں صرف ان کی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کے باوصفی اُمی سمجھنا چاہیے۔ان کو عربی فارسی علوم اسلامیہ اور مغربی جمہوریت کے علوم مروجہ کا اچھا خاصا ادراک تھا۔اس سے واضح ہوتا ہے کہ قونیہ اس وقت علم کا گہوارہ تھا۔انہوں نے بھی اپنی تعلیم وہیں سے مکمل کی ہوگی۔اس حوالے سے پروفیسر ڈاکٹر فاروق کے تیمور تاش لکھتے ہیں:-

"یونس امراہ کے کلام سے یہ امر آشکار ہو جاتا ہے کہ ان کو عربی، فارسی، علوم اسلامیہ اور تاریخ اسلامیہ غرض اپنے دور کے علوم مروجہ سے اچھا خاصا درک حاصل تھا، اس کو مد نظر رکھتے ہوئے کہ قونیہ اس وقت علم و تہذیب کا گہوارہ تھا، احتمال غالب یہ ہے کہ انھوں نے اپنی تعلیم وتربیت قونیہ میں مکمل کیہو گی"(4)۔

یونس امراء کے امی پن کے بارے میں ایک اور نامور محقق عبد الباقی گول پناری یونس کے ان پڑھنہ ہونے کی طرف اشارہ کرتے ہیں اور لکھتے ہیں ،یونس امراہ کو فارسی پر اتنا عبور تھا کہ سعدی اور مولانا رومی سے ترجمہ کر سکیں-یونس نے مولانا جلال الدین رومی سے ملاقات بھی کی۔ان کی اس ملاقات کا ذکر کسی نثری کتاب میں نہیں البتہ ان کی شاعری سے یہ ثابت ہے ۔ یونس خود فرماتے ہیں وہ مجنوں کی طرح خاک اڑاتے رہے ۔ تبریز نخجوان، شیراز، سیواس، قیصریہ، مرعشاور اناطولیہ کی زیارت کی-یونس نے اپنی شاعری میں اپنی سفر کے حوالے سے خود ہی فرمایاہے:

سفر ہوا روم وشام کا اوپر کے سب ملکوں کا ے
بہت ڈھونڈا نہیں ملا مجھے ایک غریب مجھ سا (دیوان یونس ص123)

دیوان یونس میں ایک جگہ لکھا ہے کہ یونس کی ملاقات رومی سے ہوئی۔یونس کی مولانا رومی سے والہانہ عقیدت تھی مولانا رومی کی وفات کے وقت یونس کی عمر 33 سال کی تھی-یونس اپنے دیوان میں مولانا رومی سے اپنی ملاقات کے بارے میں یوں لکھتے ہیں:

جب سے مولانا رومی کی ہم پر ایک نظر ہوئی
نظر مبارک ان کی رہی آئینہ دل (دیوان یونس ص83)

فاقہ احمد قطب الدین سلطان سید نجم الدین
مولانا جلال الدین وہ قطب جہاں کہاں (دیوان یونس ص14)

مولانا رومی اور یونس کے بارے میں دو روایات کافی مشہور ہیں۔دونوں شیخ سلیمان آفندی کی تالیف "بہر الولایہ" میں ملتی ہیں کہ مولانا روم نے فرمایا منازل الٰہی میں جس جس مقام پر فائز ہوا ہوں ایک ترک بزرگ کا نقش قدم اور میں ان سے سبقت نہیں لے سکا-

یونس کے بارے بہت ملتا ہے لیکن ان کے بچوں، بیوی اور ان کی شادی کے بارے میں ناکافی معلومات ہیں جو ان کے دیوان میں موجود اشعار سے ثابت ہے اور ایک ایک جگہ وہ اپنے دیوان میں یوں رقم طراز ہے:-

اس دنیا میں دیے مجھے بیٹا بیٹی اور دوزوجات
مجھے نہیں خواہش ان کی میر افغان دیدار واسطے (دیوان یونس ص115)

اس شعر میں ان کے ایک بیٹا ایک بیٹی اور ان کی زوجات کا ذکر ہے اس کے علاوہ ان کی ایک صوفی بزرگ حاجی بکتاش سے قحط کے دنوں میں بچوں کے لیے گندم کی طلب کا بھی ذکر ہے -یونس عمرہ کی وفات اور مزار کے بارے بھی کئی سوال، جواب طلب ہیں۔بعض محققین نے 843ء اور دیگر ان کے نزدیک 842 یا62-1352 م ہے-یونس کی کی وفات اور مزار کے سلسلے میں بورصہ، بولو، عرضروم، قرہ مان، صاری کوئے اور اناطولیہ کی کافی جگہوں کے نام پیش کئے جاتے ہیں۔ محققین کے خیال میں ان کی جائے پیدائش صاری کوئے ہے۔ان کی جائے مدفن بھی یہی ہے۔اس تاریخ وفات کے بارے میں بایزید عمومی لائبریری کی دریافت شدہ وثیقہ نے تمام اختلافات دور کر دیئے ہیں اس میں لکھا ہے کہ:-

"یونس امراء کا انتقال بتاریخ 720 ہجری میں ہوا۔ اور تاوقتیکہ وہ راہ گرائے عالم جاودانی ہوئے بسن 82 تھے"۔

(5)

یونس اُمرا تر کی زبان کے اچھے شاعروں میں سے ایک ہیں ان کی شاعری میں شاعرانہ وصوفیانہ خصوصیات ہیں۔ یونس عشق الٰہی اور عشق رسول میں غرق ہونے کے باوجود اپنے اہل وعیال کی پرورش سے غافل نہیں تھے۔ جب حاجی بکتاش ولی کا چرچا سن کر صاری کوئے سے اپنے بیل پر جنگلی پھل لاد کر حاجی بکتاش کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ پھل کے بدلے حاجی بکتاش سے اپنے بچوں کے لئے گندم مانگی۔ حاجی بکتاش نے اپنے خادم سے کہلوا بھیجا کہ گندم کے بجائے دم لے لو۔ یونس امراء نے کہا کہ دم سے بچوں کا پیٹ نہیں بھرے گا۔

جب حاجی بکتاش سے گندم لے کر چلے تو حمام کے پاس ہی پہنچے تھے کہ خیال آیا غلطی ہوگئی ہے۔ گندم تو ختم ہو جانے والی ہے۔ واپس آکر پھر نصیب مانگا۔ حاجی بکتاش نے کہا کہ وقت گزر چکا ہے اور کہا کہ اس قفل کی چابی اب تپدوق امراہ کے حوالے کر دی گئی ہے۔

اس پر یونس تپدوق امراہ کی خدمت میں چلے گئے ان کی خدمت کرتے رہے ان کے کہنے پر جنگل سے لکڑیاں کاٹ کر لاتے یونس نے چالیس سال تک تپدوق امراہ کی خدمت کی۔ ایک روایت میں تپدوق کی صاحبزادی سے یونس کی شادی کا ذکر بھی ہے۔

یونس امراہ عشق کے سمندر کے غوطہ زن ہیں لیکن یونس کا عشق وہ عشق نہیں جو فرہاد و شیریں، لیلیٰ و مجنوں، وامق وعذرا یا سسی پنوں کے مابین تھا۔ پھر بھی مجنوں کے علاوہ دیگر کے عشق دینوی اور انسانی حدود سے آگے نہیں گزر پاتے۔ اور دو مخلوقات کے مابین عشق ہوتے ہوتے رہ جاتے ہیں۔ یونس کے عشق کی اہم خصوصیت یہی ہے کہ عشاق دیگر مخلوقات سے پیار و محبت کرتے ہیں اور یونس مخلوقات کے خالق سے یعنی اللہ تعالیٰ سے اور خالق حقیقی کے عشق تک مجازی عشق کے راستے سے گذر کر نہیں بلکہ تصوف کے سلوک کے درجات طے کر کے پہنچ جاتے ہیں اس کے کلام کی مطالعاتی سیر کر کے واضح ہو جاتا ہے مثلاً:-

ازل سے میری جان اندر موجود تھی یہ عشق کی آتش
میں آشکار نہیں کرتا، جانتا ہوں کہ دوست نے ڈالی (دیوان یونس ص162)

ہے تیرا عشق دریا، میں ایک مچھلی ہوا س کی
مچھلی پانی سے گر نکلے اس کی موت آجائے گی۔ (دیوان یونس ص337)

دوست کے عشق سے عالم بھرے، اس سے عشاق وجود پائے
عشق کے بغیر پھول مرجھائے، عشق سے مربوط صحت وخوشی (دیوان یونس ص148)

عشق ہے اس درد کی دوا، عشق کے لیے کروں میں جان فدا
یونس کا یہی ہے کہنا، عشق بنا ایک دن نہ رہوں (دیوان یونس ص124)

میں چلتا ہوں جلتے جلتے عشق نے رنگا یا مجھے خون سے
نہ عاقل ہوں نہ میں دیوانہ، آہ دیکھ مجھے عشق نے کیا کیا (دیوان یونس ص109)

عشق الٰہی ایک ایسا عنصر ہے کہ انسان کو اپنے وجود سے دور کرتا ہے۔ اسے اپنے آپ میں غائب کر دیتا ہے ایک دفعہ عشق کی چنگاری دل میں گرے تو اس جسم کے ذرہ ذرہ تک پھیل جاتی ہے اور جمال الٰہی کے مشاہدے کی آرزو و تمنا اتنی بڑھتی ہے کہ نہ عاشق کی عقل رہتی ہے نہ اس کا اقرار۔

یونس اُمرا انسان دوست تھے۔ انسانیت کی قدر کرنے والے انسان سے محبت پیار کے فلسفہ پر کاربند تھے جیسا کہ حدیث قدسی میں ارشاد ہے:

خلق اللہ آدم علیٰ صورتہ۔ (بخاری ج4ص56) ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے انسان کو اپنی صورت دے کر پیدا کیا ہے۔"

احسانات الٰہی کا مظہر ہوتے ہوئے انسان ظاہر ہے پیار و محبت کے لائق ہے اور اسلام کی روسے فرد پر لازم ہے کہ وہ اپنے والدین سے، ہمسایوں سے، رشتہ داروں سے مختصر نوع نوع انسان سے پیار کرے وہ اپنے اس موقف کو ان الفاظ میں پیش کرتے ہیں۔

پیار کریں، پیار کئے جائیں، دنیا کسی کی نہیں۔

یونس اپنی شاعری میں بھی اپنے اس جذبے کا اظہار کرتے ہیں۔

میں نہ آیا دعوی کے لیے میرا کام ہے عشق کے لئے

دوست کا مکان دلوں میں ہے دل رکھنے کو آ گیا ہوں۔ (دیوان یونس ص17)

تمام مخلوق کو جو ایک نظر سے نہ دیکھے

لوگوں کا استاد بھی ہو دراصل وہ عاصی ہے (دیوانِ یونس ص55)

بہتر اقوام کا قربان ہو اگر تو عاشق ہے

عاشقوں کی صف میں تاکہ امام صادق بن جائے۔ (دیوان یونس ص111)

گھر توڑے گا ایک بار دل تو تیری نماز نماز نہیں

بہتر اقوام بھی آئیں تیرا ہاتھ منہ دھوئیں کیسے (دیوان یونس ص120)

وحدت الوجود بھی اسی طرح تصوف کی اہم بحثوں میں سے ہے جس طرح عشق تصوف کے اہم موضوعات میں سے ہے۔ صوفیا کرام کا مسلک وحدت الوجود جس کو اکثر صوفی اپنے کلام کا زینہ بناتے ہیں یونس امراء کہتے ہیں:-

> اللہ موجودات میں تجلی کرتا ہے ہر شے میں وہ ہے ہر سانس اور حرکت میں وہ ہے رات اور دن میں وہ ہے اور انسان میں بھی گویائے "انا الحق حلاج منصور" کی طرح یونس بھی فرماتے ہیں "وہ تو مجھ ہے میں اس میں"-(6)

2۔ سبک ہندی (جلد44۔ جولائی، اکتوبر 1997۔ شمارہ4ء3)

یہاں اردو کے ہندی اسلوب یعنی سبک ہندی کے اردو، پاکستانی ادب، ایرانی ادب، آذربائیجانی ادب، ترکی ادب اور فارسی ادب پر پڑنے والے اثرات کا ذکر کریں گے۔

> ایرانی معاصر محققینو ادباء اکثر سبک ہندی کے نام کو ترجیح دیتے ہیں اور یہ خیال کیا جاتا ہے کہ خاندان صفوی کا جو خاندان بابر کا ایرانی ہمعصر تھا سیاسی و دینی دباؤ شعراء و ادباء کے ایران سے مفرور ہو کر ہندوستان آتا تھا بابر حکمران رؤسا اور امراء کی بے حساب نوازشوں سے نوازا جاتا تھا اس لیے مذکورہ سبک ہندی کے نام سے موسوم ہو گیا"-(7)

سبک ہندی کے "سبک ہندی" نام پر بہت سوں کو اعتراض ہے اس کا نام سبک ہندی نہیں ہونا چاہیے۔ جہاں سبک ہندی کے حق میں بہت سے محققین نے اپنے دلائل پیش کئے ہیں۔ وہیں اس سبک ہندی کی مخالفت میں بھی دلائل موجود ہیں کہ اس اسلوب کا نام سبک ہندی کے بجائے سبکاصفہانی ہونا چاہیے کیونکہ اس میں زیادہ تر شعراء ادباء ایرانی ہیں، عبدالوہاب نورانی وصال جو اس نام کی حمایت میں اپنے مضمون "سبک ہندی وجہ تسمیہ آن" میں یوں لکھتے ہیں:-

> "شعراء ایران کے ایران سے کوچ کر کے ہندوستان آنے کے بعد فلسفہ ہند اور سنسکرت میں مرقوم آثار سے متعارف ہونا اس بات کا سبب بنا کہ نیا اسلوب پروان چڑھے اور اس اسلوب میں جو انداز بیان اور تحریر موجود ہے اس کے علاوہسبک ہندی میں جو نزاکت معنی اور لطافت بیانہے وہ فلسفہ ہند اور ایرانی افکار کی باہمی آمیزش کا ہی نتیجہ ہے علاوہ ازیں اس اسلوب کو سبک ہندی کے نام سے موسوم کرنے میں غلطی نہیں کی گئی-اس عصر کے ہم عصر اکثر شعراء اصفحان کے تھے مگر یہ بات ادبی اسلوب کو سبک ہندی اصفحانی کا نام دینے کے لیے کافی نہیں-"(8)

سبک ہندی کو اس اسلوب سے موسوم کرنے کے لئے اس بات کو نظر انداز کر دیا جاتا ہے کہ اس دور میں دربار عثمانی کے دروازے بھی ایران سے آنے والے کثیر التعداد شعراء کے لیے کھلے ہوتے تھے گویا شعراء کا بکثرت ہندوستان آنا اس کا باعث بنا کہ یہ اسلوبسبک ہندی کہلانے لگا-

فلسفہ ہند اور سنسکرت کے مطالعے کے اثرات سے سبک ہندی کا نام دینا غلطی ہے کیونکہ اسلام کے ظہور سے پہلے بھی ایران اور ہند کے درمیان سیاسی، علمی اور ادبی روابط موجود تھے۔ محمود غزنوی کی فتوحات سے سبک ہندی کے وجود میں آنے تک گزرے ہوئے چھ سو سال تک اس خطے کے فارسی گو شعراء سبک ہندی نہیں بلکہ اپنے زمانے کے مستعمل اسالیب میں شعر کہتے رہے۔ حالانکہ وہ بھی فلسفہ ہند اور سنسکرت سے واقف تھے۔ مروجہ دور میں کسی نے بھی اس اسلوب کو سبکہندی نہیں کہا بعد میں ایرانی خاندان رندیہ اور خاندان قاچاریہ کے عہد میں ایرانی شعراء کی طرف جس بازگشت ادبی کا چرچا ہوا اس میں

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol. 6 No.1 2022

اپنے اور ہندوافغانستان اور ایران کے مابین فرق واضح کرنے کے لئے ہند کے فارسی گو شعراء کے طرز کی تحقیر کے لیے ہند کے فارسی گو شعراء کے اسلوب کو سبک ہندی کا نام دیا گیا-اس کے حامیوں کی طرح مخالفین بھی سامنے آئے ان مخالفین میں قمر آریان کے بقول:-

"اس اسلوب کو سبک ہندی کے نام سے موسوم نہیں کیا جاسکتا کیونکہ اس اسلوب نے عصر تیموریان کے شہر ہرات میں جنم لیا"(9)

سبک ہندی کی مخالفت کے باب میں ایران کے مشہور شاعر اور ادیب امیری اپنے کلیات "صائب تبریزی" کے مقدمے میں لکھتے، اس اسلوب کو ہندی کے نام سے موسوم کرنا غلط ہے کیونکہ اس سلوک کے ظہور کے وقت شعر اور ادب کا مرکز اصفہان (ایران) تھا اور اسلوب کے سربر آوردہ نمائندے اسی شہر میں پروان چڑھے اور عازم ہند ہونے سے قبل بھی اس کو اپنے کلام میں استعمال کیا اس لیے اس کو سبک اصفہانی کہنا مناسب ہے۔

اسلوب ہندی کی مخالفت میں ایک اور محقق عبدالباقی باقی نواب امیر، فیروز کوہی بھی لکھتے ہیں۔ اس اسلوب کی جائے پیدائش اصفہان ہے اور اس کے اکثر نمائندے بھی اسی شہر کے ہیں اس لیے اس کو سبک اصفہانی کا نام دینا چاہیے۔ سبک ہندی کے حق میں اور اس کے خلاف دیے گئے تمام دلائل کو بغور دیکھنے سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ سبک ہندی کو مذکورہ ناموں سے منسوب کرنے کے لیے اسباب کافی نہیں جیسے اسلوب سبک ہندی یا سبک اصفہانی سے کیا جاسکتا ہے۔ اسی طرح ترکی کا اسلوب سے منسوب کیا جاسکتا ہے۔ اسی طرح اس اسلوب کو سبک ترکی (ترکوں کا اسلوب) سے بھی موسوم کیا جاسکتا ہے کہ جن صدیوں میں یہ اسلوب رائج ہوا اس دور میں اناطولیہ سے ایران، افغانستان اور ہندوستان تک کے ملکوں پر ترک الاصل خاندان بر سر اقتدار تھے۔ اور ان خاندانوں کے زیر کمان امراء اور رؤسا بھی بکثرت ترک تھے، سبک ہندی کے بارے میں ڈاکٹر محمد زادہ صادق ایک دلچسپ بات پیش کرتے ہیں کہ:-

"اس اسلوب کو ہندی یا دوسرے ناموں سے پیش کرنا ایران میں پہلوی خاندان کی ایرانی قوم پرستی کا نتیجہ ہے اس اسلوب کے سارے پیشرو نمائندے آذربائیجان میں پیدا ہوئے اس سلوک کے لئے واحد مناسب نام ہے سبک آذربائیجانی"-(10)

سبک ہندی اسلوب کے نمائندوں میں صائب تبریزی، شوکت بخاری، بیدل عظیم آبادی اور آخری بڑے نمائندے مرزا اسد اللہ خان غالب شعراء کی ترکی تعلق طرف سے ترک قوم سے ہیں اس کو مد نظر رکھ کر سبک ہندیکو سبک ترکی کا نام دینا بھی درست ہو گا لیکن یہ ناکافی ہے لیکن بات یہ ہے کہ جس طرح اوپر بیان کیا جاچکا ہے کہ اس اسلوب کو سبک ہندی، سبک اصفہانی، سبک آذربائیجانی کہا جاسکتا ہے، اسی طرح سبک ترکی بھی کہا جاسکتا ہے اس کے لئے ٹھوس دلائل بھی موجود ہیں،

لیکن صدیوں سے استعمال نام کو بدل دینا بھی مناسب نہیں۔ گیارہویں صدی ہجری کے آخر پر جب ترکی اور ایران میں اس کا دور ختم ہو رہا تھا تو ہندوستان میں اس کا طوطی بول رہا تھا تیرہویں صدی اور بعد کے شعراء بشمول علامہ محمد اقبال کے کلام پر بھی سبک ہندی کے اثرات ہیں اس نظریے کی وجہ سے نہیں بلکہ اس کے عام استعمال کی روسے اس کو سبک ہندی کہنا بجا ہو گا-

فارسی ادب میں سبک ہندی کے ابتدائی نمائندوں میں ایران کے مشہور ادیب علی دشتی کے بقول خاقانی کے قصائد میں سبک ہندی کے شعراء کے کلام میں ملتی جلتیہیں۔ اس اعتبار سے خاقانی کا شمار مبدوؤں میں ہے۔ ان کی ہی پیروی کرنے والوں میں حافظ شیرازی کے کلام میں سبک ہندی کی تاثیر ملتی ہے ۔ سبک ہندی کے پہلے نمونے چھٹی ہجری کے آخر اور ساتویں ہجری کے شروع میں وجود پذیر ہوئے اس سلسلے میں ایرانی محققین قمر آریان یوں کہتے ہیں:-

"اس طرز کی جائے پیدائش جس کے اثرات سعدی شیرازی اور امیر خسرو دہلوی (متوفیٰ725ھ) جیسے شعراء کے ہاں ملتے ہیں- تیموریوں کے دور (نویں صدی ہجری) کا ہرات شہر ہے-ایک قسم کی حقیقت پسندی کا رجحان جو جامی کے بعد وجود میں آیا اور جسے ہم "طرزِ وقوع اور زبان وقوع" کہہ سکتے ہیں زمانے کے ساتھ ساتھ مبالغہ اور افراط کے امتزاج سے سبک ہندی کی شکل اختیار کرنے لگا"-(11)

قمر اریان کے نظریے کے حق میں احمد گل چین اپنی تصنیف "مکتب وقوع در شعر فارسی" میں یوں رقمطراز ہیں:-

"بابری سلطنت کے دور حکومت میں فارسی گو شعرا کے بکثرت ہندوستان آنے کا نتیجہ یہ ہوا کہ شعراء کے مابین واقعہ گوئی کے رجحان کی ترویج ہوئی، بعد میں واقع گوئی کے رجحان اور امیر خسرو کے طرز کی آمیزش سے سبک ہندی ظہورِ پذیر ہوا"-(12)

ذبیح اللہ صفا اپنی تصنیف " تاریخ ادبیات در ایران "میں سبک ہندی کا زمانہ دور صفوی کو قرار دیتے ہیں اس کے پیشروؤں میں عرفی شیرازی کا نام بھیپیش کرتے ہیں، اور اسے اپنے افکار وخیالات کو معنی سے ہم آہنگ کرنے والوں کے نام پیش کرتے ہیں۔خواجہ حسین ثنائیتوفی(545ھ) جسے ذبیح اللہ صفا خیال بندی کے رجحان کے مبدا کہتے ہیں۔ زلالی خانساری متوفی (1024ھ) طالب آملی, کلیم کاشانی، میرز جلال اسیر (متوفی 1089) اور صاحب تبریزی جنھوں نے اس رجحان کو ترقی دی-

مندرجہ بالا معلومات کی روشنی میں جانچا جائے تو سبک ہندی ایسا اسلوب ہے جس میں ماقبل کے اثرات موجود ہیں اس کی ابتدا میں کئی ایک آراء ہیں، حافظ شیرازی کے بعد فارسی عروج پر پہنچی۔ باقی پوری غزل فارس زوال تک جا پہنچی۔ عصر تیموریان کے ایران میں ہونے کے باوجود سلطان شاہرخ شاعری اور ادب کا حامی تھا۔ اس کے دور میں ہرات علم و ادب کا مرکز بنا۔شاعری پھر زوال پذیر ہوئی۔ کیونکہ شاعری ماقبل کے اساتذہ کی استعمال شدہ الفاظ وتراکیب اختیار کر گئی تھی۔ رائج اسلوب جسے سبک عراقی کہا گیا۔ آخر دور میں حافظ اور سعدی کے استعمال شدہ الفاظ، تراکیب کے مضامین دہرائے گئے۔شاعری ابتذال پذیر ہوئی۔اس ابتذال کے رد عمل کے طور پر نیا رجحان بابا افغانی اور اس کے پیروؤں کا اسلوب جسے مکتب "واقع گوئی" یا "زبان وقوع" بھی کہتے ہیں، معرض وجود میں آیا-

بارھویں صدی کے اوائل میں سبک ہندی کی ترویج شروع ہوئی، صائب تبریزی کے کلام میں عروج تک پہنچی۔ صائب تبریزی کا شمار سبک ہندی کے فارسی غزل گو اساتذہ میں ہوتا ہے۔نت نئے معنی، مضامین میں اختراع، نامور ایرانی محقق امیری فیروز کوٹی کہتے ہیں:-

"حسن وعشق، عرفان اور اخلاق سے متعلق کوئی ایسا مضمون باقی نہیں جس کو صائب نے اپنے کلام میں استعمال نہ کیا ہو"-(13)

صائب کے بعد غنی کشمیری، ناصر علی سرہندی، جویابی تبریزی، بیدل عظیم آبادی، آخر میں لاہوری گرامی کشمیری جیسے شعراء نے اسی اسلوب میں عمدہ اور خوبصورت اشعار لکھے۔ ان میں بیدل عظیم آبادی کا خاص مقام ہے۔ بیدل نے اپنے عارفانہ کلام، عارفانہ موضوعات کو دریا کو ایک دو لفظوں کے کوزے میں بند کر دیا۔ ایران میں ان کا کلام تختہ مشق بنا۔ سبک ہندی جو صائب کے کلام میں عروج پر تھا ان کی وفات کے بعد زوال پذیر ہوا۔ اس دوران بعض اہل شعراء ہند کے نا اہل اصحاب کا شعر میں اسلوب کا بے جا استعمال اس اسلوب میں بگاڑ کا موجب بنا۔ اس اسلوب کے خلاف فارسی کے وطن ایران کے ادباء اور شعراء کا رد عمل منظر پر آیا تھا جس کا مرکز اصفہان کا تھا۔ بارہویں صدی کے شاعروں کا ایک گروہ لفظ و معانی، موشگافیوں اور نازک خیال بینیکو (سبک ہندی) چھوڑ کر شاعری کے پرانے سکولوں کی طرف رجوع کرنے لگا جو فارسی کے لئے موضوع تر تھا۔ یہ نیا رجحان فارسی "بازگشت ادبی "یعنی ادب میں مراجعت یا پرانے سکول کی طرف واپسی کہلاتا ہے-

ایران میں سبک ہندی کی مخالفت کے باوجود ہندوستان کے فارسی گو شعرا انیسویں صدی کے نصف تک سبک ہندی کی پیروی کرتے رہے۔ اس طویل دور کے گزرنے کے درمیان ایک ترکیالاصل شاعر مرزا اسد اللہ خان غالب کا نام قابل ذکر ہے۔ جس زمانے میں مرزا اسد اللہ خان غالب زندہ تھے اس زمانے میں ہندوستانی فارسی بے توجہی کا شکار ہوئی چونکہ ایران میں بھی سبک ہندی اور ہندوستانی فارسی کو تحقیر کی نظر سے دیکھا جانے لگا اس لیے غالب کی فارسی کو وہ شہرت نہ ملی جس کے وہ مستحق تھے۔ پھر بھی مرزا اسد اللہ خان غالب سبک ہندی کے آخری نمائندے کہلانے کے لائق ہیں۔

سبک ہندی تیرہویں صدی کے اندر اندر ہی اردو ادب اور ترکی ادب میں شامل ہو گیا اور شعراء کا مرغوب اسلوب بن گیا۔ اس صدی ترک، ایران، افغانستان اور ہندوستانی ہم عصر شاعروں نے اس کو اپنا کر اپنے جذبات کو اسی اسلوبکے تحت بیان کرنے کی کوشش کی۔ انہوں نے ترکی کو فارسی زبان کا لباس پہنانے کی سعی بھی کی۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ فارسی نے اردو پر ایسا غلبہ پایا کہ اردو کے خیالات اور زبان وبیان کی تفہیم مشکل ہو گئی-

عرفی شیرازی، فیضید کنی، طالب آملی، صائب تبریزی اور شوکت بخاری کی پیروی ترک شعراء نے کی لیکن شوکت بخاری جو ایران یا ہند سے زیادہ مملکت عثمانی میں سب سے زیادہ شہرت یافتہ تھے ترک شعراء نے سبک ہندی کا خاصا اثر قبول کیا- سبک ہندی کی پیروی کرنے والے ترک شعراء میں:

"میں شیخ الاسلام یحیٰی، نائلی قدیم، نابی، نشاطی، وجدی، فہیم قدیم، قدیم، صبری، شیخ الاسلام بہائی، جوری، ندیم قدیم
، ریاضی، راسخ، ثابت اور عصمتی "-(14)

سبک ہندی کی خصوصیاتمیں جدید اور باریک معانی و مضامین کی تلاش، معنی سے زیادہ لفظ کو اہمیت باریک معنی کی تلاش، اس لئے لفاظی کمزور ہے۔ ان نئے مضامین کی تلاش مضمون یابی کا سفر لمبا اور پیچ در پیچ ہراتیا اور نامانوس منزلیں تخیل سے پرانے قصوں اور داستانوں میں موجود جاندار اور بے جان اشیاء ہیں- نئے نئے مفاہیم کی تلاش، تمثیل فکر کے ثبوت سے مثال لانا، یہ صنائع بدائع میں سے ایک ہے، سبک ہندی میں ایک وسیع جگہ ہے کیونکہ سبک ہندی کا مقصد نیا مضمون اور نئے مضمون کو زیادہ قابل فہم و یقین بنانا ہے۔

سبک ہندی شعر میں تشخص یا تجسیم بکثرت ہے۔ سبک ہندی کے پیروؤں کی سب سے پسندیدہ صنف غزل ہے اور ایسا لگتا ہے جیسے دوسری اصناف نظم کو نظر انداز کیا گیا ہے۔ سبک ہندی کا شاعر غزل میں طبع آزمائی کا شوقین ہے-

سبک ہندیہندی کی غزل کی بڑی خوبی موضوع کا تنوع ہے کلاسکی دور کی غزل حسن و محبت کے گرد اور سبک ہندی کی مضمون تراشی کے ساتھ ساتھ عرفان، فلسفہ، تشبیہ، پند و نصیحت اور حکمت کے موضوعات ہیں۔

سبک ہندی اس دور میں قنوطیت کے کثیف اثرات، اس ناساز گار شرط زندگی جن سے شعراء کو دوچار ہونا پڑا نیز درد، دکھ، حزن و یاس سبک ہندی کے جزو خاص ہیں-

سبک ہندی میں ایک طرح کی حقیقت پسندی ہے ان شعراء میں پیار سچ مچ، معشوق بھی جیتا جاگتا، معشوق کی موجودگی کے اشعار بھی جذبہ میں جاندار یعنی اس اسلوب کا بہترین پہلو حقیقت پسندی ہے۔ سبک ہندی میں شعر و شاعری خاص طبقے سے نکل کر عام طبقے میں داخل ہو جاتی ہے۔ اس اسلوب کے کثیر تعداد شعراء ابھر کر سامنے آئے- سبک ہندی نویں صدی ہجری کا زبان کی سادگی اور تجدید کا رجحان، پرانے اساتذہ کے مشکل الفاظ و تراکیب کے بجائے جدید آور عام فہم الفاظ تراکیب، کلاسیکی شعراء اور اساتذہ کے اسلوب کی طرف سفر سے سبک ہندی پر تنقید شروع ہو گئی۔

اس اسلوب میں عوام کی بول چال، روزمرہ محاورات اور ضرب الامثال تک استفادہ پر کافی نکتہ چینی کی گئی، حالانکہ یہ پہلو شعر میں خوبصورتی پیدا کرتا ہے۔ سبک ہندی میں تشبیہ، استعارہ، کنایہ، حسن تعلیل، لف و نشر، مراعات نظیر جیسے صنائع ادبی کمال افراط و مبالغہ مشتمل ہیں-

سبک ہندی مختلف اقوام کی مشترکہ تہذیب و تمدن سے نکلا۔ اس لئے اس میں رقم اشعار کا ترجمہ با آسانی دوسرے ملکوں کی زبانوں میں ہو سکتا ہے۔

سبک ہندی گیارھویں صدی ہجری کے شروع سے لے کر بارہویں صدی ہجری کے آخر تک بے حد مقبول اور مروج رہا۔ یہ نہ ایک علاقے کی اور نہ ہی ایک قوم کی طرز ہے۔ بلکہ یہ ایران، ترکی اور ہند کی مشترکہ اسلامی تہذیب کا ثمر ہے۔ ایران میں اس پر بہت نکتہ چینی ہوئی-

3- استنبول میں اردو صحافت (جلد 45- اکتوبر 1998- شمارہ 4)

ڈاکٹر خلیل طوقار مجلہ اقبال میں استنبول میں اردو صحافت کے مضمون آغاز، اسباب اور نتائج کے جائزہ میں لکھتے ہیں کہ استنبول ترکی میں اردو صحافت سننے میں نامانوس سی بات لگتی ہے۔ ترکی کی اپنی زبان اردو نہیں اس لیے یہ بات حیران کن ہے کہ ترکی میں اردو اخبارات اور رسائل شائع ہوں اور پڑھے جائیں۔ ان کے مقاصد و فوائد کیا ہو سکتے ہیں۔ اس کے فوائد کس طبقے کے افراد کو ہو سکتے ہیں۔ یہاں ہم استنبول سے شائع ہونے والے اردو اخبارات کا ذکر اسی ضمن میں کریں گے-

مراد خامس (متوفی 1904) کی حکومت کے بعد 31 اگست 1876ء عبدالحمید ثانی سلطنت عثمانی کے تخت پر بیٹھا تو یہ اسلامی اتحاد کی طرف ابتداتھی۔ یہ نئی پالیسی سے استنبول میں اردو صحافت کی داغ بیل کی وجہ بنی اسلامی اتحاد کی پالیسی ایک سیاسی تحریک کی حیثیت سے انیسویں صدی کے نصف تک دوم سے شروع ہوتی ہے، اسلام خدا کی وحدانیت اور پیارے نبیکے بنیادی عقائد سے اسلام کے ہر پہلو پر وحدت اور بھائی چارے کا تقاضہ کرتا ہے جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد باری ہے:-

مسلمان جو ہیں سو بھائی ہیں سو ملاپ کروادو اپنے بھائیوں میں اور ڈرتے رہو اللہ سے تاکہ تم پر رحم دل ہو"- پارہ 10 آیت 49

حرف و سخن
HARF-O-SUKHAN
ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol. 6 No.1 2022

ارشادِ خداوندی کے باوجود دورِ عباسی سے مسلمانوں میں تفرقہ وافراتفری شروع ہوئی۔ مسلمانوں کو ایک دوسرے کے مددگار و بھائی ہونا تھا۔ ایک دوسرے کے دشمن بن گئے اس بیتے زمانے میں مسلمان ملک بنتے اور بکھرتے رہے، انھیں اسلامی ملکوں میں سلطنت عثمانی بھی بنا اور وسیع علاقہ جات پر حاوی رہا۔ اہل ہند کو اسلام اور مسلمان سے جذباتی و دینی رشتہ ہونے کی وجہ سے احترام وعقیدت کا سبب بنا۔

> "سلطنت عثمانیچودھویں صدی میں وجود میں آئی اور اٹھارویں صدی کے شروع تک پوری مضبوطی سے قائم رہی آخری صدی کے آخری عشروں میں یورپ کی استعماری قوتوں کی طرف سے متواتر حملوں اندرونی بغاوتوں اور بد نظمیوں کی وجہ سے کمزور ہو کر ملک وملت کا انتشار ہوا"۔(15)

اس اہم موڑ پر ملک وملت کو نیست ونابود ہونے سے بچانے کے لئے مختلف قسم کے نقطہ ہائے نظر پیش کیے گئے۔

1- عثمانیت یا اتحاد عناصر عثمانی
2- ترکیب
3- مغربیت
4- اتحاد اسلامی

ان میں سے عثمانیت یا اتحاد عناصر عثمانی کا مقصد مملکت میں موجودہ اقوام خواہ جس بھی مذہب سے تعلق ہو، ایک ہی قوم ترتیب دینا تھا۔ ترکی میں تنظیمات کے نام سے قانونی اصطلاحات شروع ہوئیں۔ جو یورپ کی سامراجی حکومتوں کے دباؤ پر نافذ ہوئی۔ بعد میں یہ بات واضح ہوگئی کہ یورپ سلطنت عثمانی میں موجود عیسائیوں کو بھڑکا کر علیحدہ کرنا چاہتی ہے۔ بعد از مدت کوتاہ عثمانیوں نے بھی اس حقیقت کو سمجھ گئے اور عثمانیہ پالیسی کو ترک کر کے اتحاد اسلامی کی طرف پیش قدمی کی۔

یہ سیاست ملک عثمانی کی صورت اختیار کرنے سے پیشتر محکوم اسلامی قوتوں کے مابین راہ نجات کے طور پر رونما ہونے لگی اس ضمنمیں تحریکات بھی چلائی گئیں جن میں سید جمال الدین افغانی، عبدالحمید ثانی کے علاوہ عظیم شاعر اسلام علامہ اقبال، مولانا ظفر علی خان مولانا شوکت علی، مولانا محمد علی جوہر اور ڈاکٹر مختار احمد انصاری جیسے قائدین نظریاتی سطح پر دعوت اسلامی کا پرچار کر رہے تھے ان میں اقبال پیش پیش تھے اور اپنے نکات پیش کر کرتے ہیں۔

"ربط وضبط ملت بیضا ہے مشرق کی نجات
ایشیا والے ہیں اس نکتے سے اب تک بے خبر
پھر سیاست چھوڑ کر داخل حصار دیں میں ہو
ملک وملت ہے فقط حفظ حرم کا اک ثمر
ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کے لئے
نیل کے ساحل سے لے کر تابخاک کاشغر
جو کرے گا امتیاز رنگ وخوں مٹ جائے گا
ترک خرگاہی ہو یا اعرابی والا گہر
نسل اگر مسلم کی مذہب پر مقدم ہوگئی
اڑ گیا دنیا سے تو تو مانند خاک رہ گزر" (خضر راہ بانگ درا ص265)

عبدالحمید ثانی کی اتحاد اسلامی پالیسی پر نظر ڈالنے سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ وہ پکے مسلمان تھے اسلام کو برتر دیکھنا چاہتے تھے۔ لیکن وہ اصل تحریک دینے والا عنصر اپنے ملک وقوم کی کشتی کو وحشتناک طوفانوں سے لبریز سمندروں سے نجات وسلامتی کے ساتھ ساحل پر پہنچانے کی خواہش رکھتے تھے۔

عثمانیوں کے زیر ادارہ 1875ء ہرگزوینا اور 1876 کو بلغاریہ میں روس کیپشت پناہی میں غدر برپا ہوا۔ اس کی جلد سرکوبی ہوگی۔ سربیا اور مانٹی نیگرو بھی غدر کی زد میں آگیا۔ روس نے اس میں خود حصہ نہ لیا مگر روسیوں نے پین سلوازم جس کا مقصد سلاوی اتحاد تھا کا ساتھ دیا روس نے سربوں کا ساتھ دیا

۔یورپ نے اپنے ہم مذہبوں(سرب) کی ہونے کو تھی، عثمانیوں پر دباؤ ڈال کر جنگ روک دی۔ عثمانیوں نے روس کی دھمکی کے دباؤ میں آکر ہتھیار چھوڑ دیے۔ نومبر 1876 کو انگلستان کی سربراہی میں بین الاقوامی صلح کانفرنس منعقد ہوئی لیکن تسلی بخش نتائج حاصل نہ ہوسکے۔

عبدالحمید ثانی انھیں ایام میں تخت نشین ہوئے سامراجی قوتیں مختلف قسم کے جال بچھانے میں مصروف تھیں جو 24 اپریل 1877 کو روس نے بلقان میں جاری بدنظمیوں کو بہانہ بنا کر عثمانیوں کے خلاف اعلان جنگ کر دیا اس دوران انگلینڈ نے استنبول، بوسفارس پر قبضہ نہ کرنے کے وعدے سے بے طرفی ظاہر کر دی ایک سال جنگ کے بعد سینٹ کوئے میں جو استنبول کے قریب ایک علاقہ ہے، روس اور ترکی کے مابین صلح کے معاہدے پر دستخط ہوئے اس معاہدے کے تحت رومانیہ، سربیا اور مانٹینیگرنے استقلال تام اور بلغاریہ خود مختاری کی حیثیت اختیار کر گئے۔

روس کو ترکی کے مشرقی علاقوں میں سے قارس اور آرداخان دستیاب ہوئے۔ انگلینڈ نے برلن اور جرمنی میں صلح کروائی۔ جس کا نقصان سلطنت عثمانیہ کو ہوا۔ اس صلح کے نتیجے میں بلقان کے اکثر ممالک آزاد ہوئے۔ بلقان سے بہت بڑی مسلم تعداد ترکی داخل ہوئی۔ جس سے اناطولیہ میں مسلم آبادی 70 فیصد ہو گئی۔ عثمان ملک کے اہالی اسلام کی افزائش اور دیگر عیسائی اقلیت کی شورشوں اور مغربیوں کے عزائم نے ثابت کر دیا کہ اتحاد عناصر عثمانی پالیسی کا خاتمہ ہو چکا ہے، ان حالات کو دیکھتے ہوئے عبدالحمید ملک وملت کو بچانے کی خاطر اتحاد اسلامی کی طرف بڑھے یہ ان کا آخری اور سب سے پر اثر اسلحہ تھا۔ اس ضمن میں عزمی اوزجان نے لکھا ہے:-

> "ان تمام واقعات کے سامنے سلطان عبدالحمید ثانی کیا کر سکتے تھے ان کے ہاتھ میں جو سب سے موثر کن اسلحہ تھا وہ پین اسلام ازم تھا اس طرح سے انہوں نے شاید مجبور ہو کر کم از کم امپائر کے اندر موجود مسلمان عناصر کا اتحاد مضبوط کر کے امپائر کا اتحاد قائم رکھنے کی خاطر اسے کو استعمال کیا لہذا سلطان عبدالحمید بھی یہ چاہتے تھے کہ عالم اسلام میں ان کا جو اثر ورسوخ تھا اسی کو مضبوط و محکم کر کے مسلمانوں کو متحرک کریں اور بالخصوص جن ممالک کے زیر ادارہ کثیر تعداد میں مسلمان آبادی موجود ہے اس آبادی کے ذریعے ان کے مدمقابل پافشاری کی صلاحیت حاصل کریں علاوہ ازیں 1293 ھکیجنگ کے دوران جو روس سے لڑی گئی تھی عالم اسلام میں عثمانیوں کے ساتھ معرض وجود میں آنے والے جوش وخروش اور باہمی ہمدردی کا اظہار ان کو تشویش دیتا تھا کہ وہ اس قسم کے حساب کتاب کا پروگرام بنائیں"-(16)

سلطان اس پر خطر اور پر خار راہ پر آگے بڑھنے لگے عیسائیت سے دشمنی کو نظر انداز کر کے وہ اس راستے پر ثابت قدم رہے اسلامی اتحاد کی پالیسی پر عمل پیرا ہو کر کئی اقدامات انجام دیے ان میں سے دو اقدام ایسے ہیں جن کا تعلق زیادہ تر اسلامیان ہند سے ہے جب "ژون ترکلر" کے نام سے مشہور حریت پسند عثمانیوں نے عبدالحمید ثانی کا خلع بروئے کار لا کر مجلس مبعوثانکا دوبارہ افتتاح کیا۔ بادشاہ نے ان دو اقدامات کی پیروی کی، دو اقدامات یہ ہیں۔

1- ہندوستان اور دوسرے اسلامی ممالک میں بہ تعداد کثیر قونصلوں جو عثمانیزبان میں شہبندر کہلاتے ہیں، کا تقرر۔
2- صحافت کے ہمہ گیر اور کار گر اثرات سے استفادہ کرنا۔

عبدالحمید سے پہلے بمبئی میں عثمانی سفار تخانہ تھا۔ ان کی جانشینی کے بعد ان میں اضافہ ہوتا نظر آنے لگا، 1877ء میں پشاور میں عثمانی قونصل خانے کی کوشش کی گئی لیکن حکومت ہند نے اجازت نہ دی پھر عثمانی حکومت نے برصغیر میں اعزازی قونصل خانے اور اعزازی سفیر مقرر کیے جس سے نہ کوئی اخراجات کی ضرورت تھی اور نہ کوئی اعتراض تو کراچی اور مدراس میں قونصل خانے قائم ہوئے لیکن انگریز سرکار کی اس پر گہری نظر رہی۔

دوسرا قدم تھا جو عثمانی حکومت کی مضبوطی اور رائے عامہ اسلامی کو اعتماد میں لینے کی کوشش، یہ صحافتی اقدام اس طریقے سے کثیر التعداد آبادی تک پہنچنے کے سہل و آسان ذرائع فراہم ہوئے۔

اردو صحافت کا آغاز انیسویں صدی 1822ء میں جام جہاں نما سے کلکتہ سے ہوتا ہے۔ کچھ عرصہ بعد یہ فارسی میں تبدیل ہو گیا۔ 1836ء دہلی اردو اخبار کے تعاقب میں سرسید احمد خان اور ان کے بھائی سید محمد خان کے سید الاخبار، سید جمیل الدین عالی، صادق الاخبار" قرآن السعدین" فوائد الناظرین" ہمائے

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol. 6 No.1 2022

ہند"معلم ہند"اور خورشید پنجاب جیسے اخبارات نکلے-1857کی جنگ آزادی نے پورے ہندوستان کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔اور ہند کے تہذیب و تمدن کو مٹانے میں بڑا کارنامہ انجام دیا۔اس حادثہ المناک میں اردو اخبار نے بھی حصہ لیا اس ضمن میں ڈاکٹر انور السدید رقم طراز ہیں:-

"1857ء میں سقوط دہلی نے مسلم صحافت پر ضرب کاری لگائی تھی بیشتر اخبارات بند کر دیئے گئے جنگ آزادی کے بعد 33 میں سے صرف 12 اخبار بچے جن میں سے صرف ایک اخبار کے مدیر مسلمان تھے۔ سرسید کے عہد میں انگریزوں نے مسلم صحافت کو شک وشبہ کی نظر سے دیکھا"-(17)

ان نامناسب حالات کے باوجود اچانک اردو اخبارات کی نشاۃ ثانیہ شروع ہوئی۔اودھ اخبار، اودھ پنچ اور تہذیب الاخلاق اور بہت سے اخبارات منظر عام پر آئے ۔1870ء کے بعد انڈین اخبارات میں عثمانیوں کی خبریں آنا شروع ہوئیں۔عثمانیوں کی خبریں اور تبصرے شائع کروانے والے اخبارات میں الہلال، ہمدرد، زمیندار اور انگریزی اخبار کامریڈ صف اول کے اخبار تھے-

اس زمانے میں ہندوستان اور عثمانی اخبارات کے درمیان روابط ہوئے اور خبریں، تبصرے اور تراجم بھی چھپنے لگے یہ طریقہ سلطان کے اثر و نفوذ کو بڑھانے کی خاطر استنبول میں باب عالی (عثمانی پارلیمنٹ) کی طرف سے تشویش کیا گیا،اس اقدام کے باعث دارالخلافت عثمانیہ استنبول میں اردو صحافت معرض وجود میں آئی-

سلطنت عثمانی کے روابط مسلم دنیا سے مزید مستحکم بنانے کے لئے باب عالی نے نیا قدم استنبول میں اردو اخبارات اشاعت کے ذریعے اٹھایا استنبول میں اردو اخبارات کے ناموں میں 'پیکِ اسلام' ،'جہان اسلام'،اور 'الدستور' کے نام سامنے آتے ہیں۔ ایک اور نام 'اخوت' ہے جو فارسی زبان میں ہے جو ہندوستانی صحافیوں کی وجہ سے مقبول تھا۔استنبول کی لائبریریوں میں صرف تین اخبارات کے نسخے ہیں۔ان میں پیک اسلام نہیں ہے لیکن اس کا ذکر ماخذات میں موجود ہے-

ترکی میں اردو صحافت میں پہلا اخبار،پیک اسلام، مئی 1880ء کو شائع ہوا۔ اس کے مدیر مسئول نصرت علی خان تھے۔ جو انگریزوں کے خلاف سرگرمیوں میں ملوث ہونے کے باعث ملک بدر کر دیے گئے تھے۔ استنبول میں مدیر نصرت علی خان کا گرم جوشی سے استقبال ہوا۔سعید پاشا نے اخبار کی اجازت اس شرط پر دی کہ انگریزوں کے خلاف نہ لکھا جائے۔پیک اسلام کا پہلا شمارہ آتے ہی انگریزوں نے شدید احتجاج کر کے دباؤ ڈال کر چوبیس گھنٹے کے اندر ہی اخبار بند کروادیا۔ اردو صحافت کی کڑی میں دوسرا نام الدستور کا آتا ہے جو اردو اور عربی دو زبانوں میں بیک وقت شائع ہوتا تھا۔یہ اخبار امتیاز احمد پاشا الزہر اور رئیس تحریر یہ محمود ذکی بیگ نے جاری کیا-

اشاعت کی زندگی میں 1909ء میں شامل ہونے والا اخبار الدستور مطبع عثمانیہ سے چھپ رہا تھا۔ اور اسے جمعیت الاتحاد ترکی کی حمایت اور سرپرستی حاصل تھی۔ جس نے عبدالحمید ثانی کو خلع کرنے کے بعد لگام حکومت سنبھال لیا تھا اور سرورق پر لکھا ہوا ہے جریدہ یومیہ سیاسیات علمیات والادبیاتؔ(18)

استنبول میں نکلنے والا آخری اخبار "جہان اسلام" ہے جو جمعیت خیریہ اسلامیہ کی مدد سے عمل میں آیا اخبار کے سرورق پر تحریر کردہ الفاظ سے السنہ اخبار اردو روز اشاعت سے متعلق یوں پتہ چلتا ہے-

"خادم منافع اسلامیہ" سیاسی ادبی اجتماعی، ترکی، عربی، اردو تین زبانوں میں ہفتہ وار بروز پنج شنبہ مقام خلافت سے نکلنے والا اخبار"-(19)

جہان اسلام کے مدیر مسئول یوسف شتوان اور صاحب امتیاز یوسف العربی الہندیہیں۔ ان کے زمیندارہ کے مدیر مولانا ظفر علی خان اور الہلال کے مدیر ابوالکلام آزاد سے گہرے دوستانہ مراسم تھے۔ جہاں اسلام کا پہلا شمارہ 9 اپریل 1914ء اور آخری 1915ء کو نکلا۔ یہ اخبار ہندوستان میں رائے عامہ ہموار کرنے کے لیے اہم سیاستدانوں اور مدیران کو ارسال کیا جاتا تھا جہاں اسلام میں انگلستان کے خلاف کافی خبریں شائع کی جاتی تھی لیکن "پیک اسلام" میں بالکل بھی نہیں چھاپی جاتی تھی۔ اس وجہ سے جہان اسلام کا داخلہ ہندوستان 1914 کو بند کر دیا گیا۔ یہ بندش انگلستان نے نہیں کروائی بلکہ جنگ کی وجہ سے ہند اور ترکی کے روابط کٹ گئے تھے-

صحافت میں ایک چوتھانام "اخوت "جو غریب الوطن ہندوستانیوں کی طرف سے پیش شائعکیا گیا، اخوت ایک ہفتہوار رسالہ تھا جو ڈپٹی نذیر احمد کے بھتیجے عبدالستار خیری اور عبدالجبار خیری کی کوششوں کا ثمر ہے "اخوت کے پہلے ورق پر یہ عبارت درج ہے، یہ دینی، تعلیمی اور سیاسی ہے، رسالہ 1915 سے 1918 تک جاری رہااس کے 98 شمارے شائع ہوئے اخوتکے پہلے ورق پر یہ عبارت درج ہے-ڈاکٹر اے بی اشرف لکھتے ہیں-

"یہ ایک ہفتہ وار رسالہ تھا جو ڈپٹی نذیر احمد کے دو بھتیجوں عبدالستار خیری اور عبدالجبار خیری کی کوششوں کا ثمر ہے"- (20)

استنبول میں اردو صحافت کا مقصد دور حاضر کی صحافت سے کوسوں دور تھا اس کے مقاصد میں اتحاد اسلامی عثمانی سلطنت کا دفاع تھا اخبارات کے مدیر ہیئت تحریر اور عملے کے بارے میں کہا جاسکتا ہے کہ وہ اپنے مفادات کے غلام نہ تھے، یہ پکے مسلمان ایثار پیشہ مخلص افراد تھے ان کی خصوصیات بارے اخبار میں اشتہار سے واضح ہو جاتا ہے اشتہار ملاحظہ ہو-

ہمیں "جہان اسلام" کے لئے ایک ایسے فرد کی ضرورت ہے جو دل میں خلافت اسلامیہ کا اخلاص، رسول خدا کی ہفتہ وار زیارت کا عشق، آیا صوفیہ میں نماز پڑھنے کا ولولہ اور پرچم ہلال کے سائے میں رہنے کا شوق، انگریزی سے اردو میں ترجمہ کر سکنے اور اردو مضامین حسب ضرورت و اقتضائے وقت قادرانہ طور پر لکھ سکنے کی مہارت رکھتا ہو۔ قوت لایموت کے واسطے خشک ٹکڑا نان جویں کا حاضر ہے خط و کتابت کر لی جائے۔(21)

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ترکی استنبول میں اردو صحافت کے کیا فوائد اور نتائج حاصل ہوئے اس کا جواب یہ ہے اس تحریک مفادات کی نسبتمضر اتزیادہ دکھائی دیئے عثمانی ان چالوں سے ناواقف تھے انگریز ہر میدان کے جنگجو تھے جب "پیک اسلام" کے عنوان سے اخبار شروع ہوا تو انگریزوں نے اسے نہ صرف بند کروایا بلکہ "دارالخلافت" کے نام ایک عربی روزنامہ بھی نکلوایا-

یہ اخبارات چھپنے کے بعد ہندوستان اور دیگر اسلامی ممالک کو بھیجے ہوتے تھے۔ جو بڑا مشکل عمل تھا اس لیے مختلف ذرائع استعمال کیے جاتے۔ مثلاًڈاک کا ذریعہ جس پر انگریز کی کڑی نگرانی تھی دوسرا طریقہ تھا زائرین کے ہاتھ جو اچھا اور کارگر طریقہ تھا انگریز نظام ڈاک پر چھایا ہوا تھا اس کا ایک اور نقصان یہ تھا کہ اخبار جس کے نام پر ہندوستان جاتا تھا، حکومت اس کی نگرانی شروع کر دیتی تھی زائرین کے ذریعے ارسال کرنا آسان تھا لیکن قابل اعتماد زائرین کی کمی تھی اسی ضمن میں عزمی اوزجان لکھتے ہیں:-

"اس اثنا میں اخبار کے خلاف جو طوفان انگلستان نے برپا کر دیا اس نے باب عالی "عثمانیپارلیمنٹ" کو بہت مشکل میں ڈال دیا اور دیگر مجوب کر دیا تھا جیسے جیسے انگریز کا ردعمل ظاہر ہونے لگا ویسے ویسے ممبران حکومت اس ذمہ داری کو ایک دوسرے پر سونپ کر مسئلہ سلطان تک پہنچا دیا یہ سب امور اس بات کو نمایاں کر دیتے تھے، جیسا کہ انگریز سمجھتے تھے اخبار کی اشاعت ایک سوچے سمجھے منصوبے کے تحت نہیں ہوئی تھی اس کے برعکس یہ ایکایسی تحریک تھی جس کے نتائج کا اندازہ نہیں لگایا گیا تھا"-(22)

حوالہ جات:

1. Banarli, Nihat Sami, Milli Tekevvunumuzde, Yunus Emre'nin Yeri, Istanmbul, 1991, p 65-66 ،(مشمولہ) سہ ماہی مجلہ اقبال، جولائی 1998، شمارہ 3، جلد 45، ص 45

2. TATCI, Dr. Mustafa, Yunus Emre Divani, (Incleme) Ankara, 1990, p 15

3. KOPRULU, Fund, Turk Edebiyatinda IIK Mutasavviflar, Ankra, 1976, p 271-73, (مشمولہ) سہ ماہی مجلہ اقبال، جولائی 1998، شمارہ 3، جلد 45، ص 47

4. Timurtas, Abdulbaqi, Yunus Emre ve Tasvvuf, Istanbul, 1961, p 100-101, (مشمولہ) سہ ماہی مجلہ اقبال، جولائی 1998، شمارہ 3، جلد 45، ص 47

5. Tatci, ibid, p 35-36, (مشمولہ) سہ ماہی مجلہ اقبال، جولائی 1998، شمارہ 3، جلد 45، ص 50

6. TOPCU, Nurettin, Yunus Emre'de Vahdat e Vucud, YEMS, P 432, (مشمولہ) سہ ماہی مجلہ اقبال، جولائی 1998، شمارہ 3، جلد 45، ص 59

Vol. 6 No.1 2022
ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022

7. امیری فیروز کوہی، کلیات صائب تبریزی، (مقدمہ) تہران 1336ھ ش ص 5-4، علی دشتی نگاہی بہ صائب، تہران 1364ء، ص ص 52-51، مشمولہ، (سہ ماہی) مجلہ اقبال، جولائی 1998، گولڈن جوبلی نمبر شمارہ 3، جلد 45، ص 75

8. عبدالوہاب نورانی، وصال، سبک ہندی و وجہ تسمیہ آن، صائب و سبک ہندی، (مرتبہ محمد رسول دریاگشت) 1345ھ ش، ص 212، 225 مشمولہ، (سہ ماہی) مجلہ اقبال، جولائی 1998، گولڈن جوبلی نمبر شمارہ 3، جلد 45، ص 75

9. O Okumusu, Hind Uslubu, (Sebk-e-Hindi), Erzurun, 1989, p 107 ، (مشمولہ سہ ماہی) مجلہ اقبال، جولائی 1998، گولڈن جوبلی نمبر شمارہ 3، جلد 45، ص 77

10. حسین محمد زادہ صدیق، شرح غزلہائی صائب تبریزی، تہران 1333ھ ش، مقدمہ، ص 5-3، مشمولہ، (سہ ماہی) مجلہ اقبال، جولائی 1998، گولڈن جوبلی نمبر شمارہ 3، جلد 45، ص 78

11. Okumusu, p 107, ، (مشمولہ سہ ماہی) مجلہ اقبال، جولائی 1998، گولڈن جوبلی نمبر شمارہ 3، جلد 45، ص 80

12. Ibid, pp 108-109، (مشمولہ سہ ماہی) مجلہ اقبال، جولائی 1998، گولڈن جوبلی نمبر شمارہ 3، جلد 45، ص 80

13. امیری فیروز کوہی، ص 171، مشمولہ، (سہ ماہی) مجلہ اقبال، جولائی 1998، گولڈن جوبلی نمبر شمارہ 3، جلد 45، ص 81

14. C. Dilcin, p 178-79, ، (مشمولہ سہ ماہی) مجلہ اقبال، جولائی 1998، گولڈن جوبلی نمبر شمارہ 3، جلد 45، ص 83

15. UZUNCARSILL. ORD, Prof. Ismail Haqqi, Osmanh Tarihi, vol.IV/I, Ankrah, 1988, ، (مشمولہ سہ ماہی) مجلہ اقبال، جولائی 1998، شمارہ 4، جلد 45، ص 62

16. OZCAN, AZMI, Pan Islamizm, Osmanh Develti, Hindistan, Musulumanlari, ve ingetere, (1877-1914), Istunbul, 1992, p 67 ، (مشمولہ سہ ماہی) مجلہ اقبال، جولائی 1998، شمارہ 4، جلد 45، ص 65

17. ڈاکٹر انور سدید، اردو ادب کی مختصر تاریخ، اسلام آباد، 1991ء، ص 368، مشمولہ، (سہ ماہی) مجلہ اقبال، جولائی 1998، شمارہ 4، جلد 45، ص 67

18. DUMAN, Hassan, Istanbul, Kutuphaneleri, Araf Harfli Sureli, Yaymlar, Katalogou, (1828-1928), Istunbul, 1406/1986, ، (مشمولہ سہ ماہی) مجلہ اقبال، جولائی 1998، شمارہ 4، جلد 45، ص 69

19. جہان اسلام، شمارہ 1-13، جمادی الاولی، 1332ھ، مشمولہ، (سہ ماہی) مجلہ اقبال، جولائی 1998، شمارہ 4، جلد 45، ص 69

20. اے بی اشرف، ڈاکٹر، ترکی میں اردو، غیر ممالک میں اردو، اسلام آباد، 1996ء، ص 29، مشمولہ، (سہ ماہی) مجلہ اقبال، جولائی 1998، شمارہ 4، جلد 45، ص 70

21. جہان اسلام، ص 6-7، مشمولہ، (سہ ماہی) مجلہ اقبال، جولائی 1998، شمارہ 4، جلد 45، ص 72

22. OZCAN, AZMI, p 171, ، (مشمولہ سہ ماہی) مجلہ اقبال، جولائی 1998، شمارہ 4، جلد 45، ص 75